

يُشَّرِّعُ اللَّهُ الَّذِينَ أَمْنَوْا بِالْقَوْلِ الشَّابِطِ فِي الْحَيَاةِ
الَّذِيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضْلِلُ اللَّهُ الظَّلَمِيْنَ لَهُ وَيَفْعَلُ اللَّهُ
مَا يَشَاءُ ۝ أَللَّهُ تَرَاهُ إِلَى الَّذِينَ بَدَلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفَّارًا وَأَحَلُّوا
قَوْمَهُمْ دَارَ الْبُوَارِ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلُوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَامُ ۝
وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضْلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۝ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ
مَصِيرُكُمْ إِلَى النَّارِ ۝ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ أَمْنَوْا يُقِيمُوا

ایمان لانے والوں کو اللہ ایک قول ثابت کی بنیاد پر دنیا اور آخرت، دونوں میں ثبات عطا کرتا ہے، اور ظالموں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے۔ اللہ کو اختیار ہے جو چاہے کرے۔

تم نے دیکھا ان لوگوں کو جہنم نے اللہ کی نعمت پائی اور اسے کفر ان نعمت سے بدل ڈالا اور (اپنے ساتھ) اپنی قوم کو بھی ہلاکت کے گھر میں جھونک دیا۔ یعنی جہنم جس میں وہ جملے جائیں گے اور وہ بدترین جائے قرار ہے۔ اور اللہ کے پچھے ہمسر تجویز کر لیے تاکہ وہ انہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں۔ ان سے کہو، اچھا مزے کرو، آخر کار تمہیں پلٹ کر جانا دو زخمی میں ہیں۔

اے نبی میرے جو بندے ایمان لانے ہیں ان سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں

[۳۹] یعنی دنیا میں ان کو اس کلمہ کی وجہ سے ایک پاندار نقطہ نظر، ایک مستحکم نظام فکر، اور ایک جامع نظریہ ملتا ہے جو ہر عقدے کو حل کرنے اور ہر گھنی کو سلجنے کے لیے شاہکنہ کا حکم رکھتا ہے۔ سیرت کی مضبوطی اور اخلاق کی استواری نصیب ہوتی ہے جسے زمانہ کی گردشیں متزلزل نہیں کر سکتیں۔ زندگی کے ایسے ٹھوٹیں اصول ملتے ہیں جو ایک طرف ان کے قلب کو سکون اور دماغ کو اطمینان بخشتے ہیں اور دوسری طرف انھیں سعی و عمل کی راہوں میں بھٹکانے، ٹھوکریں کھانے، اور تلوں کا شکار ہونے سے بچاتے ہیں۔ پھر جب وہ موت کی سرحد پار کر کے عالم آخرت کے حدود میں قدم رکھتے ہیں تو وہاں کسی قسم کی جیرانی اور سراسریکی، پریشانی ان کو لاحق نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہاں سب کچھ ان کی توقعات کے میں مطابق ہوتا ہے۔ وہ اس عالم میں اس طرح داخل ہوتے ہیں گویا اس کی راہ و رسم سے پہلے ہی واقف تھے۔ وہاں کوئی مرحلہ ایسا پیش نہیں آتا جس کی انہیں پہلے خبر نہ دے دی گئی ہو اور جس کے لیے انہوں نے قبل از وقت تیاری نہ کر رکھی ہو۔ اس لیے وہاں ہر منزل سے وہ پوری ثابت قدیمی کے ساتھ گزرتے ہیں۔ ان کا حال وہاں اس کافر سے بالکل مختلف ہوتا ہے جسے مرتبے ہی اپنی توقعات کے سراسر خلاف ایک دوسری ہی صورت حال سے اچانک سابقہ پیش آتا ہے۔

[۴۰] یعنی جو ظالم کلمہ طیبہ کو چھوڑ کر کسی کلمہ خبیث کی پیروی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ذہن کو پر اگنده اور ان کی مساعی کو پریشان کر دیتا ہے۔ وہ کسی پہلو سے بھی فکر و عمل کی صحیح راہ نہیں پاسکتے۔ ان کا کوئی تیر بھی شانے پر نہیں بیٹھتا۔

الصَّلُوةَ وَيُنِقُّوْا مِهَارَ زَقْنَهُمْ سِرَّا وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ
أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خَلْلٌ ۝ أَللَّهُ الَّذِي خَلَقَ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ
الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ وَسَحَرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ
بِأَمْرِهِ ۝ وَسَحَرَ لَكُمُ الْأَنْهَرَ ۝ وَسَحَرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
دَآءِبَيْنِ ۝ وَسَحَرَ لَكُمُ الْأَيْلَلَ وَالنَّهَارَ ۝ وَأَتَسْكُمْ مِنْ كُلِّ مَا

اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے کھلے اور چھپے (راہ خیر میں) خرچ کریں [۲۱] قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوست نوازی ہو سکے گی [۲۲]۔

اللہ وہی تو [۲۳] ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے تمہاری رزق رسانی کے لیے طرح طرح کے پھل پیدا کیے۔ جس نے کشتی کو تمہارے لیے سخر کیا کہ سمندر میں اُس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لیے سخر کیا۔

جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے سخر کیا کہ لگاتار چلے جا رہے ہیں اور رات اور دن کو تمہارے لیے سخر کیا [۲۴]۔ جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا،

[۲۱] مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان کی روشنی کفار کی روشنی سے مختلف ہونی چاہیے۔ وہ تو کافرنعمت ہیں۔ انہیں شکرگزار ہونا چاہیے اور اس شکرگزاری کی عملی صورت یہ ہے کہ نماز قائم کریں اور خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کریں۔

[۲۲] یعنی نہ توہاں کچھ دلا کر ہی نجات خریدی جاسکے گی اور نہ کسی کی دوستی کام آئے گی کہ وہ تمہیں خدا کی پکڑ سے بچا لے۔

[۲۳] یعنی وہ اللہ جس کی نعمت کا کفران کیا جا رہا ہے، جس کی بندگی و اطاعت سے منہ موڑا جا رہا ہے، جس کے ساتھ زبردستی کے شریک ٹھیرائے جا رہے ہیں، وہ وہی تو ہے جس کے یہ اور یہ احسانات ہیں۔

[۲۴] ”تمہارے لیے سخر کیا“، کو عام طور پر لوگ غلطی سے ”تمہارے تابع کر دیا“ کے معنی میں لے لیتے ہیں، اور پھر اس مضمون کی آیات سے عجیب عجیب معنی پیدا کرنے لگتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض لوگ توہاں تک سمجھ بیٹھے کہ ان آیات کی رو سے تغیرات مسوات والارض انسان کا منہما مقصود ہے۔ حالانکہ انسان کے لیے ان چیزوں کو سخر کرنے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے قوانین کا پابند بنا رکھا ہے جن کی بدولت وہ انسان کے لیے نافع ہو گئی ہیں۔ کشتی اگر فطرت کے چند مخصوص قوانین کی پابندی ہوتی تو انسان کبھی بحری سفر نہ کر سکتا۔ دریا اگر مخصوص قوانین میں جکڑے ہوئے نہ ہوتے تو کبھی ان سے نہریں نہ کالی جا سکتیں۔ سورج اور چاند اور روز و شب اگر ضابطوں میں کے ہوئے نہ ہوتے توہاں زندگی ہی ممکن نہ ہوتی، کجا کہ ایک پھلتا پھولتا انسانی تمدن وجود میں آ سکتا۔

سَالْتُهُوْدُ طَ وَإِنْ تَعْدُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا طَ إِنْ
يُعَذِّبُ إِلَّا نُسَانَ لَظَلْمُومَ كَفَّارٍ طَ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيْ جَعَلْ
هَذَا الْبَلَدَ أَمِنًا وَاجْتَبَنِي وَبَنِيَّ أَنْ تَعْبُدَ الْأَصْنَامَ طَ
رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ طَ فَمَنْ
تَعْنِي فَإِنَّهُ مِنِيْ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ
رَحِيمٌ طَ رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ دُرِّيْتِي بِوَادِيْ غَيْرِ

[۲۵] جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کرنیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔ یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم نے دعا کی تھی کہ [۲۶] پروردگار، اس [۲۷] شہر (مکہ) کو من کا شہر بنانا اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ پروردگار، ان بتوں نے بہتوں کو گمراہی میں ڈالا ہے۔ [۲۸] (ممکن ہے کہ میری اولاد کو بھی یہ گمراہ کر دیں، لہذا ان میں سے) جو میرے طریقے پر چلے وہ میرا ہے اور جو میرے خلاف طریقہ اختیار کرے تو یقیناً تو درگزر کرنے والا مہربان ہے۔ پروردگار، میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے

[۲۹] یعنی تمہاری فطرت کی ہر ماںگ پوری کی، تمہاری زندگی کے لیے جو کچھ مطلوب تھا ہیا کیا، تمہارے بقا اور ارتقا کے لیے جن وسائل کی ضرورت تھی سب فراہم کر دیے۔

[۳۰] عام احسانات کا ذکر کرنے کے بعد اب ان خاص احسانات کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قریش پر کیے تھے، اور اس کے ساتھ یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ تمہارے باپ ابراہیم نے یہاں لا کر کن تمناؤں کے ساتھ تھبیں بسا یا تھا، اس کی دعاوں کے جواب میں کیے کیے احسانات ہم نے تم پر کیے، اور اب تم اپنے باپ کی تمناؤں اور اپنے رب کے احسانات کا جواب کن گمراہیوں اور بد اعمالیوں سے دے رہے ہو۔

[۳۱] یعنی مکہ۔

[۳۲] یعنی خدا سے پھیر کر اپنا اگر ویدہ کیا ہے۔ یہ مجازی کلام ہے۔ بت چونکہ بہتوں کی گمراہی کے سبب بننے ہیں اس لیے گمراہ کرنے کے فعل کو ان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

[۳۳] یہ حضرت ابراہیم کی کمال و رجنم ولی اور نوع انسانی کے حال پر ان کی انتہائی شفقت ہے کہ وہ کسی حال میں بھی انسان کو خدا کے عذاب میں گرفتار ہوتے نہیں دیکھ سکتے بلکہ آخر وقت تک عفو و درگزر کی التجا کرتے رہتے ہیں۔ رزق کے معاملہ میں تو انہوں نے یہاں تک کہہ دینے میں دربغ نفر مایا کہ وَأَرْزُقُ أَهْلَهُ مِنَ النَّمَرَاتِ مَنْ أَمْنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالنَّيْمَ الْآخِرَةِ (القرہ: ۱۲۶)۔ لیکن جہاں آخرت کی پکڑ کا سوال آیا وہاں ان کی زبان سے یہ نہ لکا کہ جو میرے طریقے کے خلاف چلے اُسے سزا دے ڈالیو، بلکہ کہا تو یہ کہا کہ ان کے معاملہ میں کیا عرض کروں، تو غفور حیم ہے۔ اور یہ کچھ اپنی ہی اولاد کے ساتھ اس سر اپارتم و شفقت انسان کا مخصوص روپیں ہیں ہے، بلکہ جب

ذِي زَرْعٍ عِثْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمٌ لَرَبَّنَا لِيُقِيمُوا
الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْيَدَةً مِنَ النَّاسِ تَهُوَى إِلَيْهِمْ
وَأَرْزُقْهُم مِنَ الشَّمَرِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ
تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفِي عَلَى اللَّهِ
مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَااءِ ۝ الْحَمْدُ لِلَّهِ
الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۝ إِنَّ رَبِّي
لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةَ وَمِنْ
ذِرَّيَّتِي صَلِّ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ ۝ رَبَّنَا أَغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ

ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار، یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لہذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے، [۵۰] شاید کہ یہ شکر گزار نہیں۔ پروردگار، تو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، [۵۱] اور [۵۲] واقعی اللہ سے کچھ بھی چھپا ہوانہیں ہے، نہ میں میں نہ آسمانوں میں۔ ”شکر ہے اُس خدا کا جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق جیسے بیٹے دیے، حقیقت یہ ہے کہ میرا رب ضرور دعا سنتا ہے۔ اے میرے پروردگار، مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی (ایسے لوگ اٹھا جو یہ کام کریں)۔ پروردگار، میری دعا قبول کر۔ پروردگار، مجھے اور میرے والدین کو اور

فرشتے قوم لوٹ جسی بدقائق کوتباہ کرنے جا رہے تھے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ بڑی محبت کے انداز میں فرماتا ہے کہ ”ابراہیم ہم سے جھگڑنے کا“ (ہود: ۷۸)۔ یہی حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کے رودر و بیساکیوں کی گمراہی ثابت کر دیتا ہے تو وہ عرض کرتے ہیں کہ ”اگر حضور ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ بالادست اور حکیم ہیں“، (المائدہ: ۱۱۸)۔

[۵۰] یہ اسی دعا کی برکت ہے کہ پہلے سارا عرب مکہ کی طرف جو اور عربے کے لیے کچھ کر آتا تھا، اور اب دنیا بھر کے لوگ کچھ کچھ کروہاں جاتے ہیں۔ پھر یہ بھی اسی دعا کی برکت ہے کہ ہر زمانے میں ہر طرح کے پھل، غلے، اور دوسرے سامان رزق وہاں پہنچتے رہتے ہیں، حالانکہ اس وادی غیر ذی زرع میں جانوروں کے لیے چارہ تک پیدا نہیں ہوتا۔

[۵۱] یعنی خدا یا جو کچھ میں زبان سے کہہ رہا ہوں وہ بھی تو سن رہا ہے اور جو جذبات میرے دل میں چھپے ہوئے ہیں ان سے بھی تو واقف ہے۔

[۵۲] یہ جملہ مفترض ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے قول کی تصدیق میں فرمایا ہے۔

۱۸ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُولُ الْحُسَابُ ۝ وَلَا تَحْسَبَنَ
اللهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ هٰ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ
لِيَوْمٍ تَشَخَّصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِينَ
رُءُوسِهِمْ لَا يَرَىٰهُمْ طَرْفَهُمْ وَأَفْدَاهُمْ هَوَاءُ ۝
وَأَنْذِرِ الرَّاتِسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا
رَبَّنَا أَخْرَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ لَّتُحِبُّ دَعْوَتَكَ وَتَتَبَعِّدُ الرِّسُلُ طَ
أَوْلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمُهُمْ مِنْ قَبْلٍ مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍ ۝ وَسَكَنْتُمْ
فِي مَسِكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسُهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ
وَضَرَّبَنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ۝ وَقَدْ مَكْرُوا مَكْرُهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ

[۵۲] سب ایمان لانے والوں کو اس دن معاف کر دیجیو جب کہ حساب قائم ہو گا۔

اب یہ ظالم لوگ جو کچھ کر رہے ہیں، اللہ کو تم اس سے غال نہ سمجھو۔ اللہ تو انھیں نال رہا ہے۔ اس دن کے لیے جب حال یہ ہو گا کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی ہیں، سراٹھائے بھاگے چلے جا رہے ہیں، نظریں اوپر جھی ہیں^[۵۳] اور دل اڑے جاتے ہیں۔ اے بنی، اس دن سے تم انہیں ڈراؤ جب کہ عذاب انھیں آ لے گا۔ اس وقت یہ ظالم کہیں گے کہ ”اے ہمارے رب، ہمیں تھوڑی سی مہلت اور دے دے، ہم تیری دعوت کو لبیک کہیں گے اور رسولوں کی پیروی کریں گے۔“ (مگر انھیں صاف جواب دے دیا جائے گا کہ) ”کیا تم وہی لوگ نہیں ہو جو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم پر تو کبھی زوال آنا ہی نہیں ہے؟ حالانکہ تم ان قوموں کی بستیوں میں رہ بس چکے تھے جنہوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا تھا اور دیکھے چکے تھے کہ ہم نے ان سے کیا سلوک کیا اور ان کی مثالیں دے دے کر ہم تمہیں سمجھا بھی چکے تھے۔ انہوں نے اپنی ساری ہی چالیں چل دیکھیں، مگر ان کی ہر چال کا توڑا اللہ کے پاس تھا

[۵۳] حضرت ابراہیم نے اس دعائے مغفرت میں اپنے باپ کو اس وعدے کی بنا پر شریک کر لیا تھا جو انھوں نے وطن سے نکلنے وقت کیا تھا کہ سَاسَعَفِرُلَكَ رَبِّي (مریم: ۲۷) مگر بعد میں جب انھیں احساس ہوا کہ وہ تو اللہ کا دشمن تھا تو انھوں نے اس سے صاف تبری فرمادی۔ (التوبہ: ۱۱۳)

[۵۴] یعنی قیامت کا جو ہول ناک نظارہ ان کے سامنے ہو گا اس کو اس طرح تکشیکی لگائے دیکھ رہے ہوں گے کہ گویا کہ ان کے دیدے پھر اگئے ہیں، نہ پلک جھکی گی، نہ نظر ہے گی۔

وَإِنْ كَانَ مَكْرُوهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٢﴾ فَلَا تَحْسِنَ اللَّهُ مُخْلِفُ
وَعْدِهِ رَسُلُهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقامَةٍ ﴿٣﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ
غَيْرُ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ وَبَرْزَوًا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤﴾ وَتَرَىٰ
الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقْرَنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٥﴾ سَرَا بِيُهُمْ مِنْ

[۵۵] اگرچہ آن کی چالیں ایسی غصب کی تھیں کہ پہاڑ آن سے مل جائیں۔

پس اے نبی، تم ہرگز یہ گمان نہ کرو کہ اللہ کبھی اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے گا۔ [۵۶] اللہ زبردست ہے اور انتقام لینے والا ہے۔ ڈراونھیں اُس دن سے جب کہ زمین اور آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیے جائیں گے [۵۷] اور سب کے سب اللہ واحد قہار کے سامنے بے نقاب حاضر ہو جائیں گے۔ اُس روز تم مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں ہاتھ پاؤں جذے ہوئے ہوں گے۔

[۵۵] یعنی تم یہ بھی دیکھو چکے تھے کہ تمہاری پیش رو قوموں نے تو انہیں الہی کی خلاف ورزی کے نتائج سے بچنے اور انہیاء کی دعوت کو ناکام کرنے کے لیے کیسی کیسی زبردست چالیں چلیں، اور یہ بھی دیکھو چکے تھے کہ اللہ کی ایک ہی چال سے وہ کس طرح مات کھا گے۔ مگر پھر بھی تم حق کے خلاف چال بازیاں کرنے سے بازنہ آئے اور یہی سمجھتے رہے کہ تمہاری چالیں ضرور کامیاب ہوں گی۔

[۵۶] اس جملے میں کلام کارخ بظاہر نبی ﷺ کی طرف ہے، مگر دراصل سنانا آپ کے منافقین کو مقصود ہے۔ انھیں یہ بتایا جائیسا ہے کہ اللہ نے پہلے بھی اپنے رسولوں سے جو وعدے کیے تھے وہ پورے کیے اور ان کے منافقین کو نیچا دکھایا، اور اب بھی جو وعدہ وہ اپنے رسول، محمد ﷺ سے کر رہا ہے اسے پورا کرے گا اور ان لوگوں کو تھس نہیں کر دے گا جو اُس کی خالفت کر رہے ہیں۔

[۵۷] اس آیت سے اور قرآن کے دوسرے اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں زمین و آسمان بالکل نیست و تابودنیں ہو جائیں گے بلکہ صرف موجودہ نظام طبعی کو دور ہم کر دلا جائے گا۔ اُس کے بعد فتح صوراً اول اور فتح صوراً آخر کے درمیان ایک خاص مدت میں، جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، زمین اور آسمانوں کی موجودہ بیت بدلتی جائے گی اور ایک دوسرا نظام طبیعت، دوسرے قوانین فطرت کے ساتھ بنا دیا جائے گا۔ وہی عالم آخرت ہو گا۔ پھر فتح صوراً آخر کے ساتھ ہی تمام وہ انسان جو تخلیق آدم سے لے کر قیامت تک پیدا ہوئے تھے، از مر نوزندہ کیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے۔ اسی کا نام قرآن کی زبان میں حشر ہے جس کے لغوی معنی سمیئنے اور کھا کرنے کے ہیں۔ قرآن کے اشارات اور حدیث کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ حشر اسی زمین پر برپا ہو گا، یہیں عدالت قائم ہو گی، یہیں میزان لگائی جائے گی اور قضیے میں بر سر زمین ہی چکایا جائے گا۔ نیز یہ بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ ہماری وہ دوسری زندگی جس میں یہ معاملات پیش آئیں گے، محض روحانی نہیں ہو گی بلکہ ٹھیک اسی طرح جسم و روح کے ساتھ ہم زندہ کیے جائیں گے جس طرح آج زندہ ہیں، اور ہر شخص ٹھیک اسی شخصیت کے ساتھ وہاں موجود ہو گا جسے لیے ہوئے وہ دنیا سے رخصت ہوا تھا۔

قَطِيرًاٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ الْثَّارُ^{۵۸} لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا
كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ^{۵۹} هُذَا بَلَغُ لِلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا
۱۹ يٰٓ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَّاَحَدٌ وَلَيَدَكَرُ أُولُوا الْأَلْبَابُ^{۶۰}

تارکوں^[۵۸] کے لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور آگ کے شعلے ان کے چہروں پر چھاے جا رہے ہوں گے۔ یہ اس لیے ہو گا کہ اللہ ہر تنفس کو اس کے کیے کابلہ دے گا۔ اللہ کو حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔

یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لیے، اور یہ بھیجا گیا ہے اس لیے کہ ان کو اس کے ذریعے سے خبردار کر دیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آجائیں یہ

[۵۸] بعض مترجمین و مفسرین نے قطران کے معنی گندھک اور بعض نے پکھلے ہوئے تابنے کے بیان کیے ہیں، مگر درحقیقت عربی میں قطران کا لفظ ازفت، قیر، رال، اور تارکوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔